"آزاد و خود مختار قزاقستان: تا بکے؟"

[دسمبر ۱۹۹۱ء میں آزادی پانے کے بعد قزاقستان نے گزشتہ دنوں اپنی آزادی کے تین سال مکمل کر لیے، لیکن اس سوال پر کہ آزادی کے چوتھے سال یعنی ۱۹۹۵ء کے لیے حکومت کے کیا عزائم ہیں، اور اس کی پالیسیوں سے کیا اُمیدیں رکھی جا سکتی ہیں؟ انتہائی پراگندگئی فکر اور مایوسی پائی جاتی ہے، جو بجا طور پر قزاقستان کے دوست و خیر خواہ ممالک میں تشویش پیدا کر رہی ہے۔ ذیل میں کئی پہلوؤں سے اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اس بے اُمیدی اور یاسیت کے پیچھے کیا خدشات کارفرما ہیں۔ قزاقستان کے دارالحکومت الماتا سے جناب نجم عباس کی تحریر]

نئے سال ۱۹۹۵ء کے آغاز پر قزاقستان کے مختلف سیاسی پنڈتوں نے اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں اپنی اُمیدوں اور اندیشوں کا اظہار کیا۔ ملک کے معروف مؤرخ اور سیاسی مبصر نور بولات مشنوف نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ قزاقستان کے مشرقی اور شمالی علاقوں میں (جو کہ روس کی سرحد پر واقع ہیں اور جہاں روسی نسل کے لوگ بڑی تعداد میں آباد ہیں) روس کے ساتھ الحاق کے مطالبے میں مزید شدّت آ جائے گی۔ خاص طور پر سرحدی شہروں پیٹروپاولوفسک اور اُست کامنگورس کی روسی آبادی قزاقستان سے علیحدگی کے لیے مزید شدّت سے اپنی آواز بلند کرے گی۔ نور بولات مشنوف کا خیال ہے کہ جتنا قزاقستان کی حکومت اس تحریک کو دبانے کی کوشش کرے گی اتنا ہی یہ مسئلہ پیچیدہ ہوتا چلا جائے گا۔ ان کی رائے میں اس مسئلہ کا حل روس اور قزاقستان کے درمیان قریبی سیاسی اور اقتصادی اتحاد اور تعاون کا معاہدہ ہے جس کی بنیاد پر دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ اقتصادی خطہ، مشترکہ مواصلات اور مشترکہ مالی نظام قائم کیا جائے۔ اور اسی طرح مشترکہ دفاعی نظام کو تشکیل دیا جائے۔ ۱۹۹۵ء میں ان امور پر زیادہ پیش رفت کی توقع نہیں لیکن جب ۱۹۹۶ء میں روس کے صدر بورس یلسن اور قزاقستان کے صدر نور سلطان نذر بایوف دونوں لیڈروں کی میعاد صدارت پوری ہو گی، تو اندیشہ ہے کہ دونوں ملکوں کی مشترکہ سرحد پر مقیم روسی النسل آبادی مستقبل کی قیادت پر اپنا دباؤ ڈالے گی۔

قزاقستان کی پارلیمنٹ کے ایک روسی رہنما ولادی میر چیرنی سیف نے بھی کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ۱۹۹۵ء کے سیاسی اور اقتصادی حالات قزاقستان کی قیادت کو روس کے

ساتھ سیاسی اور اقتصادی اتحاد کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ گزشتہ سال اکتوبر کے مہینے میں جب قزاقستان کی کابینہ تبدیل کی گئی تو روس نژاد وزیراعظم تیریشنکو کی جگہ ایک متموّل جواں سال قزاق شخصیت آکی جان حاجی گل دین (Akejan Khajgeldin) کو ملک کا نیا وزیراعظم نامزد کیا گیا۔ سننے میں آیا ہے کہ کئی لوگ حاجی گل دین کی علی الاعلان ماسکو نواز پالیسی کو تشویش اور ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بقول ایک سیاسی مبصر حاجی گل دین نے روسیوں میں شادی رچائی ہے اور اپنی مادری زبان کی نسبت روسی زیادہ روانی سے بولتے ہیں۔ گزشتہ دنوں اپنی حکومت کے ۱۹۹۵ء کے لیے اہم اہداف کا ذکر کرتے ہوئے وزیراعظم حاجی گل دین نے ایک پریس کانفرنس میں ان اقدامات کا اعلان کیا جن کی بدولت روس اور قزاقستان کے درمیان مزید قریبی بنیادوں پر تعلقات استوار کیے جائیں گے۔ سالِ رواں کے دوران دونوں ملکوں میں آباد شہریوں (خصوصاً روسی النسل آبادی) کے لیے شہریت کے قوانین کو آسان بنایا جائے گا۔ جس کے لیے دونوں ملکوں کے آئین میں ضروری ترامیم کی جائیں گی۔ کسٹم کی پابندیاں اٹھالی جائیں گی تاکہ ہزاروں میل طویل سرحدوں کے دونوں طرف آباد لوگوں کے لیے پابندیوں کے بغیر آزادانہ آمدورفت ممکن ہوسکے۔

قزاقستان کے موجودہ اور سابق ذمہ داران حکومت میں ایسے افراد موجود ہیں جو روس کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی اتحاد قائم کرنے کے پوری طرح حامی ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جنہیں سابقہ نظام میں ماسکو میں مقیم قیادت کی خوشنودی اور نتیجتاً مراعات حاصل تھیں۔ ایسے عناصر کے نزدیک روس کے ساتھ اتحاد بلکہ انضمام کی صورت میں انہیں اپنے مستقبل کے لیے کہیں زیادہ بہتر مواقع حاصل ہوں گے۔

کچھ عناصر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ افرادی قوّت اور روایتی اور ایٹمی اسلحے کے لحاظ سے قزاقستان دو دیووں (مراد روس اور چین ہے) کے درمیان ایک بونے کی سی حیثیت رکھتا ہے اور مسلح جارحیت کی صورت میں اپنا مؤثر دفاع کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا کوئی خطرہ مول لینے سے کہیں بہتر ہے کہ روس کے ساتھ مشترکہ دفاعی نظام قائم کر دیا جائے۔

حال ہی میں الماتا انتظامیہ نے ماسکو کو یہ پیشکش کی کہ روس قزاقستان کی سرزمین پر موجود فوجی مواصلات سے متعلقہ تنصیبات کو استعمال کر سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ قزاقستان روس کے ساتھ اقتصادی اور دفاعی اتحاد کے لیے تیار ہے۔

قزاقستان کی ایک سیاسی جماعت "راہِ انصاف" کے روسی النسل سربراہ وِیتالی ورانوف، جو کہ صدارتی معاون بھی رہ چکے ہیں، کا خیال ہے کہ روس قزاقستان پر بیرونی مسلح جارحیت یا اندرونی خانہ جنگی کے امکانات کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ اپنے مؤثر دفاع کی صلاحیت سے محروم ایک غیر مستحکم اور غیر یقینی صورت حال میں مبتلا قزاقستان ماسکو کے لیے ایک بہت بڑا فوجی رسک ہے۔

وارنوف کا گمان (اور شاید اس سے کہیں زیادہ خواہش) ہے کہ روسی آبادی اور حساس نوعیت کی

دفاعی اور اقتصادی تنصیبات کی بہتر نگہداشت اور اپنی جنوبی اور مشرقی سرحدوں کو محفوظ بنانے کے لیے روس اپنے "حفاظتی" دستوں کو "قیامِ امن" کی خاطر قزاقستان میں اُتار دے گا۔ وار نوف کے مطابق اپنی ہزاروں میل طویل سرحد پر افواج اور عسکری ساز و سامان ایک طویل عرصے تک تعینات کرنا ایک ایسا متبادل ہے، جسے معاشی مسائل میں گرفتار روسی قیادت ایک نہ ختم ہونے والا ڈراؤنا خواب سمجھتی ہے۔

[پسِ نوشت (Post script)

قزاقستان کے صدر نذر بایوف اور روسی صدر یلسن کے درمیان ۲۰ جنوری کو ہونے والے مذاکرات میں کئی دو طرفہ معاہدوں پر دستخط ہو چکے ہیں جن سے ان خدشات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ قزاقستان کی موجودہ قیادت ایک بار پھر روس کے ساتھ الحاق و انضمام کی راہ پر مسلسل پیش قدمی کر رہی ہے۔ قزاقستان اور روس کے درمیان ہونے والے ان معاہدوں میں دونوں ملکوں کے درمیان خارجہ پالیسی کی تشکیل میں یگانگت اور فوجی اور اقتصادی شعبوں میں باہمی تعاون کو مضبوط کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ بیرونی تجارت کی پالیسیوں میں وحدت و یکسانیت پیدا کرنے کے لیے بھی متعدد اقدامات پر اتفاق کیا گیا ہے۔ مزید برآں دونوں ممالک نے آزاد ممالک کی دولت مشترکہ میں امن و سلامتی کی نگہداشت کی غرض سے "سلامتی کے ایک اجتماعی نظام" کے قیام کے لیے مشترکہ مساعی پر بھی زور دیا ہے۔

مذاکرات کے اعلامیہ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ قزاقستان اور روس دونوں مستقبل میں اپنے اپنے ملک کی سرزمین میں موجود فوجی تنصیبات / تسہیلات کو دوسرے ملک کی افواج کے استعمال کے لیے کھول دیں گے۔ فوجی تعاون کے معاہدہ کی رو سے "مشترک مسلح افواج" کے قیام کی راہ ہموار کی گئی ہے جو "افواج کی تدریب اور ان کی صف بندی سے متعلق مشترکہ منصوبہ بندی کے اصولوں پر عمل" کی بنیاد پر قائم کی جائیں گی۔ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء کو الماتا میں آزاد ممالک کی دولت مشترکہ کی سربراہ کانفرنس کے موقع پر قزاقستان اور روس "بیرونی سرحدات" کے "مشترک تحفظ" سے متعلق ایک سمجھوتہ پر دستخط کریں گے۔ اس سمجھوتہ کی رُو سے سرحدی افواج کی ایک مشترکہ کمان قائم کی جائے گی۔ صدر نذر بایوف اور صدر یلسن نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ "دونوں ممالک خارجہ پالیسی کی تشکیل میں قریبی تعاون کی حکمت عملی اختیار کریں گے اور نہ صرف تمام اہم بین الاقوامی اور علاقائی مسائل کے بارے میں مشترکہ موقف اختیار کرنے کے لیے قریبی ربط رکھیں گے بلکہ اقوام متحدہ، کانفرنس برائے تعاون و سلامتی، یورپ، (CSCE) اور دیگر عالمی اداروں میں بھی اپنی سرگرمیوں میں وحدت و یگانگت پیدا کریں گے۔ مدیر]